حضرت ابو بکر صدیق d

حضور ﷺ کی پیدائش عام الفیل میں ہوئی، جس سال ابرہہ نے خانہ کعبہ پر حملہ کیا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق عام الفیل کے دو برس اور چھ ماہ بعد سنہ 573ء میں مکہ میں پیدا ہوئے۔ آپ حضور ﷺ سے دو سال چھ ماہ چھوٹے تھے۔ آپ کے والد اور والدہ دونوں کی جانب سے حضور ﷺ سے سلسلہ نسب ساتویں پشت میں مل جاتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق موزوں قد کے دبلے پتلے آدمی تھے۔ رنگ گندمی (بروایت دیگر گوراچٹا) تھا۔ رخساروں پر بہت کم گوشت تھا اور چہرے کی ہڈیاں نمایاں تھیں۔ پیشانی بلند اور کشادہ تھی جو عرق آلود رہتی تھی۔ آنکھیں اندر کی جانب دھنسی ہوئی تھیں۔ انگلیوں کے جوڑوں پر گوشت نہیں تھا۔ پیر بھی دبلے پتلے تھے۔ قدرے جھک کر چلتے تھے۔ بالوں میں مہندی اور کسم کا خضاب لگاتے تھے۔ بال گھنگرالے تھے۔ آواز پر سوز تھی اور بہت کم گو تھے۔ انداز گفتگو بہت سنجیدہ تھا۔ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی بہت بوڑھے معلوم ہوتے تھے۔

دور جاہلیت میں ان کا شمار قریش کے متمول افراد میں ہوتا تھا۔ جب پیغمبر اسلام ﷺ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا تو انہوں نے بغیر کسی پس وپیش کے اسلام قبول کر لیا اور یوں وہ آزاد بالغ مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے بن گئے۔ قبول اسلام کے بعد تیرہ برس مکہ میں گزارے جو سخت مصیبتوں اور تکلیفوں کا دور تھا۔ بعد ازاں پیغمبر اسلام ﷺ کی رفاقت میں مکہ سے یثرب ہجرت کی، نیز غزوہ بدر اور دیگر تمام غزوات میں شامل رہے۔ جب حضرت محمد ﷺ مرض الوفات میں گرفتار ہوئے تو حضرت ابو بکر d کو حکم دیا کہ وہ مسجد نبوی میں امامت کریں۔ پیر 12 ربیع الاول سنہ 11ھ کو پیغمبر نے وفات پائی اور حضرت ابو بکر d کے ہاتھوں پر مسلمانوں نے بیعت خلافت کی۔ خلافت پر فائز ہونے کے بعد حضرت ابو بکر d نے اسلامی حکومت کے علاقوں میں حاکموں، والیوں، عاملوں اور قاضیوں کو مقرر کیا۔ جابجا لشکر روانہ کیے، اسلام کے بعض فرائض سے انکار کرنے والے عرب قبائل سے جنگ کی یہاں تک کہ تمام جزیرہ عرب اسلامی حکومت کا مطیع ہو گیا۔

عہد جاہلیت میں آپ کا نام **عبد الکعبہ** تھا جو حضور نے بدل کر **عبد اللہ** رکھ دیا تھا۔ آپ کی کنیت **ابو بکر** اور لقب **صدیق** اور **عتیق** ہیں۔ آپ کے والد کا نام **عثمان** اور کنیت **ابو قحافہ** ہے، والدہ کا نام **سلمٰی** اور اور کنیت **ام الخیر** ہے۔ آپ کا تعلق قبیلہ قریش کی شاخ **بنو تمیم** سے ہے۔ آپ کی کنیت **ابو بکر** کے بارے میں منقول ہے کہ چونکہ عربی میں بکر جوان اونٹ کو کہتے ہیں اور آپ کو چونکہ اونٹوں کے پالنے میں بہت دلچسپی تھی اور ان کے علاج و معالجے میں بہت واقفیت رکھتے تھے اس لیے لوگوں نے آپ کو ابو بکر کہنا شروع کر دیا یعنی اونٹوں کا باپ۔ اسی طرح ابو کے معنی والا اور بکر کے معنی اولیت بھی ہے اسی سے ابو بکر کے معنی ہوئے اولیت والے۔ آپ کے لقب **صدیق** کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ معراج کے بعد واپس آئے اور قریش مکہ کو اپنی معراج سے آگاہ فرمایا تو انہوں نے آپ کا مذاق اڑایا۔ جب سیدنا حضرت ابو بکر d کو واقعہ معراج کے بارے میں پتا چلا تو آپ نے فرمایا میں آپ ﷺ کے معراج پر جانے کی تصدیق کرتا ہوں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے آپ کی اس تصدیق کی وجہ سے آپ کو صدیق کا لقب عطا فرمایا۔ امام نووی نے سیدنا علی المرتضیٰ d سے روایت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ابو بکر کا لقب صدیق اس وجہ سے ہے کہ آپ ہمیشہ سچ بولا کرتے تھے۔

حضرت ابو بکر d کے اسم گرامی کے بارے میں اکثر محدثین کا خیال ہے کہ آپ کا نام عتیق تھا۔ عتیق کا مطلب آزاد۔ جبکہ بیشتر محدثین کرام کا خیال ہے کہ عتیق آپ کا لقب تھا اور اس ضمن میں ام المومنین عائشہ صدیقہ g کی روایت بیان فرماتے ہیں۔ آپ سے مروی ہے کہ ایک روز

میں اپنے حجرہ مبارک میں موجود تھی اور باہر صحن میں کچھ صحابہ کرام ، حضور ﷺ کے ہمراہ تشریف فرما تھے۔ اس دوران حضرت ابو بکر d تشریف لائے تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو لوگ کسی عتیق (آزاد) کو دیکھنا چاہیں وہ ابو بکر صدیق کو دیکھ لیں۔

حضرت ابو بکر d کی پہلی شادی قتیلہ بنت عبد العزیٰ سے ہوئی تھی، جس سے عبد اللہ بن ابو بکر d اور اسماء g بنت ابو بکر پیدا ہوئے۔ قتیلہ نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت ابو بکر d نے انہیں طلاق دے دی۔ دوسری بیوی ام رومان g جن کی بیٹی حضرت عائشہ g اور بیٹے عبد الرحمٰن d تھے۔ بعد میں حضرت جعفر بن ابی طالب d کی وفات کے بعد ان کی بیوہ حضرت اسماء بنت عمیس g سے نکاح کیا، جو حضرت محمد بن ابو بکر d کی ماں بنیں۔ آخری نکاح انصار کے قبیلہ بنو خزرج کی حضرت حبیبہ g بنت خارجہ سے کیا جن سے ایک بیٹی ام کلثوم g حضرت ابو بکر d کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں۔

سیدنا ابو بکر صدیق d اسلام قبول کرنے والے دوسرے شخص تھے۔ آپ سے پہلے حضور ﷺ کی زوجہ ام امومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد g نے اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت صدیق اکبر d کی بیٹی اسماء بنت ابی بکر g فرماتی ہیں کہ ہمارے ابا جان جس روز ایمان لائے گھر آئے اور ہم سب کو اسلام کی دعوت دی۔ جب تک ہم سب نے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق اور دین توحید کو قبول نہیں کر لیا مجلس سے نہیں اٹھے۔ عشرہ مبشرہ میں سے پانچ عثمان بن عفان ، زبیر بن عوام ، طلحہ بن عبید اللہ، سعد بن ابی وقاص اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین انہی کی رہنمائی اور ترغیب سے مسلمان ہوئے۔

قریش کی ساری قوم تجارت پیشہ تھی۔ انہوں نے بھی جوان ہو کر کپڑے کی تجارت شروع کر دی اور آپ کا شمار بہت جلد مکہ کے نہایت کامیاب تاجروں میں ہونے لگا۔ اعلان نبوت کے چوتھے سال جب علانیہ دعوت اسلام کا حکم نازل ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو علانیہ حق کی جانب بلانا شروع کر دیا۔ اس پر مشرکین قریش بھڑک اٹھے اور انہوں نے مسلمانوں پر بے تحاشا ظلم و ستم ڈھانا شروع کر دیے۔ بالخصوص اسلام قبول کرنے والے غلاموں اور لونڈیوں پر انہوں نے بہت ظلم ڈھائے۔ ظلم و ستم کے اس دور میں حضرت ابو بکر صدیق d نے بے دریغ مال خرچ کر کے متعدد مظلوم غلاموں اور لونڈیوں کو ان کے سنگدل آقاؤں سے خرید خرید کر آزاد کروایا۔ مورخوں نے ایسے افراد کے نام لکھے ہیں جنھیں حضرت ابو بکر d نے اپنا مال خرچ کر کے آزادی دلائی۔ مثلاً: بلال ابن رباح، حضرت حمامہ، ام عبیس، عامر بن فہیرہ، ابوفکیہ یساری، حضرت لبینہ، حضرت زنیرہ الرومیہ، حضرت ابو نافع، حضرت مرہ بن ابو عثمان، حضرت سلیمان بن بلال، حضرت سعد، حضرت شدید، حضرت کثیر بن عبید التیمی رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ۔ رمضان المبارک 8 ہجری میں حضرت محمد ﷺ حضرت ابو بکر صدیق d کے ہمراہ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے۔

آپ نے حضور ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں نہ صرف اپنا مال خرچ کیا بلکہ ساتھ ساتھ لڑتے رہے۔ ان کے بیٹے عبد الرحمن d غزوہ بدر کے وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے اور بڑے طاقتور جوان تھے۔ جب حضرت عبد الرحمٰن d مسلمان ہو گئے تو ایک دن اپنے والد سے عرض کیا کہ آپ غزوۂ بدر کے دن کئی مرتبہ میری تلوار کی زد میں آئے لیکن میں نے والد سمجھ کر آپ کو چھوڑ دیا تھا۔ سیدنا ابو بکر صدیق d نے بیٹے کی بات سن کر فرمایا: تم اس موقع پر میری تلوار کے نیچے نہیں آئے، اگر تم میری تلوار کے نیچے آتے تو قسم ہے اللہ عزوجل کی! میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑتا۔ فتح مکہ تک ہر مشکل موقع پر انہوں نے جان مال کی قربانی پیش کی۔

غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد حج کا موسم آیا تو سرکار عالم ﷺ نے تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ حج کے لیے مکہ مکرمہ بھیجا۔ اس قافلے کا امیر آپ نے حضرت ابو بکر صدیق d کو مقرر فرمایا چونکہ حضور خود بعض ضروری دینی کاموں کی وجہ سے حج کے لیے نہ جا سکے۔ آپ نے قربانی کے لیے جانور بھی انہی کے ساتھ بھیج دیے۔ اپنے آخری کچھ ماہ میں خاص طور پر بیماری دوران حضور ﷺ نے کئی بار ان کو امامت کے لیے بھیجا۔

حضور ﷺ کے انتقال کے وقت ایک ہنگامی صورت حال پیدا ہوئی۔ سب لوگ پریشان تھے۔ ایسے وقت میں اپنی باتوں سے انہوں نے سب کو دلاسہ دیا اور حالات کو سنبھالا۔

حضور ﷺ کے انتقال کی خبر سن کر بہت سے مہاجرین و انصار سقیفہ بنی سعد میں اکٹھا ہو گئے اور آپ ﷺ کے بعد کون خلیفہ بنے اس پر گفتگو کرنے لگے۔ کچھ منافقین، جو انصار اور مہاجرین میں پھوٹ ڈالنا چاہتے تھے، اس معاملے کو بھڑکا رہے تھے۔ مشورے سے حضرت ابو بکر d کے نام پر اتفاق ہوا۔ سب نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بیعت سقیفہ کے دوسرے دن مسجد میں آئے اور ممبر پر بیٹھ کر لوگوں سے بیعت عامہ لی۔ اس کے بعد کھڑے ہو کر حمد و نعت کے بعد حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اے لوگو! میں تمہارا حاکم بنا دیا گیا ہوں حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں ٹھیک رہوں تو میری مدد کرو اور اگر بری راہ اختیار کر لوں تو مجھے سیدھا کر دو۔ سچ امانت اور جھوٹ خیانت ہے اور تم میں جو کمزور ہے، وہ میرے نزدیک قوی ہے۔ جب تک میں اس کا حق اسے نہ دلوا دوں اور قوی میرے نزدیک کمزور ہے جب تک میں اس سے حق واپس نہ لے لوں کوئی شخص جہاد ترک نہیں کرے گا کیونکہ اللہ جہاد چھوڑنے والوں پر ذلت ڈال دیتا ہے۔ تم میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا رہوں اور جب نافرمانی کرنے لگوں تو میری اطاعت نہ کرو۔ اچھا اب نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ اللہ تم پر رحم فرمائے۔"

رسول اکرم کے وصال کے بعد بہت سے عرب قبائل یہ سمجھنے لگے کہ اسلام کے قوانین حضور ﷺ کے ساتھ ختم ہو گئے۔ یہ وقت اسلام کے لیے بڑا نازک تھا۔ نو مسلم قبائل ایک ایک کر کے کئی چیزوں سے انکار کرنے لگے۔ کئی قبیلے زکوٰۃ اور نماز میں کمی چاہتے تھے۔ ایک قبیلہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ کئی جھوٹے نبی کھڑے ہو گئے تھے اور نبوت کا دعویٰ کر رہے تھے۔ حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں ہی سرحدوں پر حملہ کرنے والے رومیوں کی سزا کے لیے ایک لشکر بھیجنے کا حکم دیا تھا۔ بعض صحابہ نے مشورہ دیا کہ کچھ عرصہ کے لیے حضرت اسامہ بن زید d کی سرداری والے اس لشکر کی روانگی ملتوی کر دی جائے تاکہ پہلے مرتدین سے نمٹ لیا جائے، لیکن حضرت ابو بکر d نے اس مشورہ کو قبول نہ کیا۔ آپ نے فرمایا: " میں اس جھنڈے کو نہیں کھول سکتا جسے رسول اکرم ﷺ نے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے باندھا ہو۔" پھر بعض صحابہ نے کہا کہ "اسامہ کی بجائے جو جو ایک نو عمر اور ناتجربہ کار شخص ہیں کسی اور کو سردار بنا دیجئے۔" ابو بکر صدیق d نے غصہ ہو کر فرمایا: " جسے خدا کے رسول نے سردار بنایا ہو مجھے اسے معزول کرنے کا کیا حق ہے؟ حضرت ابو بکر d نے لشکر اسامہ کو روانگی کا حکم دیا اور یکم ربیع الثانی 11 ہجری کو یہ لشکر روانہ ہوا۔ لشکر کو رخصت کرنے کے لیے حضرت ابو بکر d خود کچھ دور تک تشریف لے گئے۔ لشکر کے جانے کی خبر سن کر کچھ قبائل نے مل کر مدینہ پر حملہ کیا کہ لڑنے والوں کی کمی ہو گی، لیکن حضرت ابو بکر d نے تھوڑے سے لوگوں کے ساتھ ہی ان سے مقابلہ کیا اور ان کو شکست دی۔

حضرت اسامہ d کے لوٹنے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق d اسے لے کر ذوالقصہ (جو مدینہ سے نجد کی طرف بارہ میل کی دوری پر ہے) پہنچے۔ وہاں آپ نے کل اسلامی فوج کو گیارہ دستوں میں تقسیم کیا۔ ہر دستہ کا ایک الگ سردار مقرر کیا اور اسے ایک جھنڈا دیا۔ یہ گیارہ سردار اپنے دستوں کے ساتھ عرب کے مختلف حصوں میں روانہ کیے گئے۔ ان گیارہ سرداروں کے نام یہ ہیں: 1. خالد بن ولید 2. عکرمہ بن ابی جہل 3.

شر جیل بن حسنہ 4. مہاجر بن ابی امیہ 5. حذیفہ بن محصن 6. عرفجہ بن ہر ثمہ 7. سوید بن مقرن 8. علاء بن الحضرمی 9. طریفہ بن حاجر 10. عمرو بن العاص 11. خالد بن سعید رضی اللہ عنہم اجمعین مجاہدین کے ان دستوں کی روانگی سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق d نے مرتدین کے نام ایک عام پیغام بھیجا۔ اس پیغام میں انہیں فتنہ وفساد سے باز آنے اور اسلامی برادری میں دوبارہ داخل ہونے کی دعوت دی اور ان سے وعدہ کیا کہ اگر وہ اس دعوت کو قبول کرلیں گے تو ان کو معاف کر دیا جائے گا۔

خالد بن ولید d جب نبی تمیم کے مقابلے سے فارغ ہوئے تب آپ نے انہیں مسیلمہ کذاب کی سر کوبی کے لیے روانہ کیا مسیلمہ کو جب خالد بن ولید d کے پہنچنے کی خبر ملی تو وہ اپنی عظیم الشان فوج کو جو چالیس ہزار جوانواں پر مشتمل تھی لے کر نکلا۔ دونوں فوجوں میں سخت ہولناک لڑائی ہوئی اور مسلیمہ نے بری طرح شکست کھائی۔ مسیلمہ کو قتل کرنے والوں میں حضرت حمزہ بن عبد المطلب d کے قاتل حضرت وحشی بھی شامل تھے۔ ان کے عہد خلافت میں بیس کے آس پاس چھوٹی بڑی جنگیں لڑی گئیں۔ ڈھائی سال میں عراق کا بیشتر حصہ اور شام کا بڑا علاقہ فتح ہو چکا تھا۔

لباس نہایت سادہ اور معمولی ہوتا تھا۔ غذا بھی بہت سادہ تھی۔ بہت مرفہ الحال تھے لیکن جو کچھ کماتے بے دریغ راہ حق میں خرچ کر ڈالتے تھے۔ اس لیے ہجرت کے بعد کبھی کبھار فاقہ تک نوبت پہنچ جاتی تھی۔ خلافت کے بعد حضرت ابو بکر صدیق d کی سادگی میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ بعض اوقات صرف دو گیروا چادریں بدن پر ہوتی تھیں ایک باندھے ہوئے ایک اوڑھے ہوئے۔ پیر 22 جمادی الاخری سنہ 13ھ کو تقریباً ڈھائی سال کے دور خلافت کے بعد ابو بکر صدیق d کی وفات ہوئی۔ مورخین نے لکھاہے کہ آپ کے پاس کسی نے تحفہ میں خزیرہ (قیمہ جس میں دلیہ پڑا ہو) بھیجا تھا، آپ اور حارث بن کلدہ دونوں اسے کھانے لگے۔ حارث d نے کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ ہاتھ روک لیجئے۔ اس میں زہر ہے اور یہ وہ زہر ہے جس کا اثر ایک سال میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ سن کر آپ نے ہاتھ کھینچ لیا لیکن زہر اپنا کام کر چکا تھا اور یہ دونوں اسی دن سے بیمار رہنے لگے اور ایک سال گزرنے کے بعد (اسی زہر کے اثر سے) ایک ہی دن میں انتقال کر گئے۔ تذکرہ نویسوں نے بروایت عائشہ صدیقہ g بیان کیاہے کہ والد محترم علالت کی ابتدا اس طرح سے ہوئی کہ آپ نے سات جمادی الآخر بروز دوشنبہ کو غسل فرمایا۔ اس روز سردی تھی پس آپ کو بخار ہو گیا اور پندرہ روز تک آپ علیل رہے اس عرصہ میں آپ نماز کے لیے بھی باہر تشریف نہ لا سکے آخر کار اسی بخار کے باعث 63 سال کی عمر میں شب شنبہ 22 جمادی الآخر 13 ہجری آپ نے انتقال فرمایا۔ نماز جنازہ حضرت عمر d نے پڑھائی۔

انتقال سے قبل انہوں نے بہت سے لوگوں کے مشورے سے اپنے بعد حضرت عمر d کو خلیفہ کے لیے نامزد کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق نے ام المومنین عائشہ صدیقہ g کو وصیت کی تھی کہ انہیں حضرت محمد ﷺ کے پہلو مبارک میں دفن کیا جائے چنانچہ جب آپ نے انتقال فرمایا تو آپ کے لیے وصیت کے مطابق قبر کھودی گئی اور رسول اللہ ﷺ کے شانہ مبارک کے سامنے آپ کا سر رکھا گیا اور آپ کی قبر کی لمبائی روضہ اطہر کے برابر رکھی گئی۔ حضرت عمر d، حضرت طلحہ d، حضرت عثمان d اور حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر d نے آپ کو قبر میں اتارا۔